قصص القرآن

ایک تحقیقی مطالعہ

—— علامہ شبیر بخاری ——

عہد عتیق کی تہذیبی' تمدنی' معاشرتی اور ثقافتی زندگی میں اساطیری اور دیومالائی داستانوں کا بڑا حصہ ہے اور اسی لئے Mythology تاریخ ارتقائے فکر انسانی کا ایک اہم شعبہ سمجھا جاتا ہے۔ Myths کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ:

Myths are sacred narrations about the beings of the spiritual world and creation stories relating to the origin of the world of human beings and animals.
(IAN CROFTON page 612)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا قابل تعریف اختصار کے ساتھ Myth کی یوں وضاحت کرتا ہے کہ:

Myth is an imaginative expression of basic truth

یعنی Myth اساسی اور بنیادی صداقت کے تخیلاتی اظہار کا نام ہے۔ مصر' بابل' شام' چین' ہندوستان' یونان' روم وہ خطے ہیں جنہیں گہوارہ ہائے تہذیب انسانی (Cradles of Human History) کہا جاتا ہے اور ان ممالک کی ثقافتی روایات کے ہر دور میں انسانی سوچ پر روحانی تجربات کی چھاپ ملتی ہے۔

○ مصر کی آسمانی دیوی نُوط (Nut) کا زمینی دیوتا CEB پر غلبہ اور رے (سورج دیوتا) کا ان کے مابین سلسلۂ جنبانی اور رابطہ میسوپوٹیمیا میں سمیریوں اور سامیوں کے اساطیر جن میں ۱۲۰۰ ق م سے ۶۱۲ ق م میں زبان زد عوام قصوں میں اکیڈین کا EPIC.OF.GILGAMESH کا خاص مقام ہے۔ گلگامیش' میسوپوٹیمیا کے شہر اوروک (URUK) کا حکمران تھا۔ ایک شریر وحشی حکمران ان کیرو سے اس کی جنگ ہوئی اور اس معرکۂ خیر و شر میں گلگامیش غالب رہا۔ اور مآل کار ان کیرو' اس کا باج گذار' مطیع

اور دوست بن گیا۔ جنسی محبت کی دیوی اشطار گلگامیش کو مغلوب کرنا چاہتی تھی' مگر اس نے اسے جھٹک کر کہا۔

برو ایں دام بر مرغِ دگر نِہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

اور وہ بے نیل مرام لوٹ گئی' اسے حیاتِ جاوید کی طلب کشاں کشاں اس دور کے ایک دانشور بزرگ اُتنا پشتم (UTNA PISHTAM) کے ہاں لے گئی لیکن اس کے ہاں اسے گوہرِ مقصود ہاتھ نہ آیا۔ پھر وہ شباب و قوت و اختیار کے دوام کے لئے طویل سفر پر روانہ ہوا۔ اور اسے اس دوران میں ایک ایسی بوٹی مل گئی جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اسے کھانے کے بعد نہ آدمی مرسکتا ہے اور نہ محرومِ اقتدار ہوسکتا ہے لیکن مآل کار اسے دانشور اُتنا پشتم کے اس ناصحانہ قول نے فائدہ پہنچایا کہ انسان اگر اپنے فرائضِ منصبی کو دیانتداری اور محنت سے سرانجام دے تو وہ موت کے بعد حیاتِ جاوید پاسکتا ہے گویا

Only the actions of the just
Smell sweet and blossom in the dust
(J. Shirley 1595 - 1666)

○ ان عوامی اساطیر پر تنزیلاتِ ربّانی کا اثر رفتہ رفتہ بڑھتا گیا اور چونکہ سچائی کی جستجو فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے اس لئے ایک آفاقی اخلاقی نظامِ رُشد و ہدایت ذہنوں پر مسلسل محیط ہوتا چلا گیا اور توحید' عملِ صالح اور یومِ آخرت پر عقائد کی پختگی اس کا منطقی نتیجہ ثابت ہوئی۔ اس سرچشمۂ ہدایت کے فیوض کے قاسم انبیاء و رسل تھے' جو **وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ**(المومن : ۱۳) اور **اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ** (فاطر: ۲۴) کے ارشادات کے مطابق ہر قوم اور ہر امت کے لئے مبعوث ہوئے۔ جارج سیل کی تحقیق کی رُو سے ان پر جو صحفِ مطہرہ نازل ہوئے ان کی تعداد ایک سوچار ہے (Th Koram page 79) -- اور ان کی تفصیل یوں ہے کہ دس صحیفے حضرت آدمؑ پر نازل ہوئے' پچاس صحیفے حضرت شیعبؑ پر' تیس حضرت ادریسؑ پر اور دس حضرت ابراہیمؑ پر۔ باقی چار کتابیں تھیں

1. Pentateuch
2. The Psalms
3. The Gospel
4. The Quraan

جو علی الترتیب حضرت موسیٰؑ' حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئیں اور قرآن مجید حضور سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ تاریخِ ادیانِ عالم اس عظیم المیے پر انگشت بدنداں ہے کہ قرآن مجید کے سوا ان صحفِ مطہرہ کی حفاظت نہ ہو سکی اور وہ زمانے کی دست برد کی نذر ہو گئے۔ اول الذکر ایک سو صحیفوں کے بارے میں تو محققین کی تحقیق بے نتیجہ ہے۔ البتہ زبور' تورات اور انجیل کے نسخے مہیا ہیں لیکن ان کا استناد محلِّ نظر ہے۔

تورات پندرہ سو ق م میں عبرانی زبان میں موجود تھی' ۲۸۴ ق م میں اس کا یونانی ترجمہ منظرِ عام پر آیا۔ اسے پانچ کتابوں میں پیدائش' خروج' احبار' گنتی اور استثناء کے عنوانات کے ماتحت ترتیب دیا گیا۔ ۶۹۸ ق م میں گم ہوئی' ۵۷ سال بعد دستیاب ہوئی' ۹۷۱ ق م میں میق شاہ مصر کے حملہ یروشلم کے موقعہ پر اور پھر چھ سو سال ق م میں بخت نصر کے دورِ جارحیت میں جلادی گئی۔ عزرا نبی نے اپنی یادداشت کی بنیاد پر مرتب کی جو پھر پانچ حملوں میں ظالمانہ عصبیتوں کا نشانہ بنی۔ سنی سنائی روایات پر اسفارِ موسیٰؑ مرتب ہوئے' ان میں الحاقی حصہ غالب ہے۔ اسی طرح انجیل بلاشبہ حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی' ۳۴ نسخے نیقہ کونسل میں پیش کئے گئے' چار نسخے متی' مرقس' لوقا' حواری پال کے ۱۳ خطوط' پطرس جان جوڈ کے مکتوبات اور یوحنا کے مکاشفات صحیح قرار پائے' باقی جعلی۔ ۳۲۵ عیسوی میں قسطنطین اعظم نے ۳۰۰ مقتدر پادریوں کی کونسل بنائی اور اصلی و نقلی نسخوں کی پہچان کا مآل کار یہ طریق کار اختیار کیا گیا کہ انہیں عشائے ربانی کی میز پر رکھ کر ہلایا گیا' جو نسخے نیچے گر گئے وہ الحاقی قرار پائے اور جو میز پر جمے رہے انہیں الہامی قرار دیا گیا۔

لیکن برخلاف ازاں قرآن مجید کا نزول لوحِ محفوظ سے ہوا' اس کی تنزیلات کا خطاب پوری عالمِ انسانیت سے ہے۔ یہ کتاب ریب و تاویل سے پاک ہے' یہ ہدیٰ اور فرقان کی بینات کی کتاب ہے (البقرہ : ۱۸۵)' اس کا نزول بالحق ہے (آل عمران : ۳)' یہ انباء الغیب کی ناشر ہے (آل عمران : ۴۴)' تورات و انجیل کی مصدق ہے' اہلِ تقویٰ کے لئے سرمایہ

موعظت ہے (المائدہ : ۴۸)' وحیِ تنذیر ہے (الانعام : ۱۹)' اس میں تنزیلاتِ مبارکہ ہیں (الانعام : ۹۲) تمام الہامیاتِ ماسبق کی تصدیق کرتی ہے اور الکتاب کی مفصل ہے (یونس : ۳۷)۔ اس کی مثل نہیں لائی جاسکتی (یونس : ۳۸)' دلوں کے امراض کی شفا ہے اور مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت ہے (یونس : ۵۷)۔ (یہ سرچشمۂ ہدایت) اُنزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہ ہے (ہود : ۱۴)' عقل و برہان کے لئے چیلنج ہے (یوسف : ۲)' ظلمت سے نور کی طرف رہنما ہے (ابراہیم : ۱)' تِبیاناً لِکُلِّ شَیءٍ اور مسلمانوں کے لئے ہدایت' رحمت اور بشارت کا پیغام ہے (النحل : ۸۹)' بنی نوعِ انسان کے لئے تصریف الامثال ہے (بنی اسرائیل : ۸۹)' خشیتِ الٰہی رکھنے والوں کے لئے تذکرہ ہے (طٰہٰ : ۲)' اس کی تنزیلات آیات بینات ہیں (النور : ۳۴)' یہ کتاب گنجینۂ حکمت ہے (یٰسٓ : ۲) اور اہلِ دانش کے لئے تذکر' تفکر اور تدبر کی دعوت ہے (ص : ۲۹)۔ یہ خدا ترسی میں احسن الحدیث ہے (الزمر : ۲۳)' لوحِ محفوظ کی یہ کتاب اعلیٰ ترین سطح کے شعورِ حکمت کی امین ہے (الزخرف : ۴)' یہ کتابِ مکنون ہے (الواقعہ : ۷۸)' سمجھنے سمجھانے میں سہل ہے (الدخان : ۵۸) اور یہ کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر : ۹) کہ ہم نے یہ (الذّکر) خود نازل کیا ہے اور اس کی (پوری) محافظت کی ذمہ داری بھی ہم پر ہی ہے۔

آج عالمِ بصیرت کو اعتراف ہے کہ قرآن مجید محفوظ ترین اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے (میور' پامر' آرنلڈ' پروفیسر ہٹی وغیرہ کے اعترافات ملاحظہ ہوں)۔ گویا بقولِ اقبال ؎

حرفِ اُو را ریب نے تبدیل نے
آیہ اش شرمندۂ تاویل نے

چنانچہ قرآن مجید میں جو قصصِ موعظت وارشاد بیان کئے گئے ہیں ان کا تعلق بھی تاریخ انسانی کے انہی CRADLES OF CIVILISATION سے ہے جن کا اَسفارِ سابقہ میں ذکر ہوا' جن کی کما حقہٗ حفاظت نہ ہو سکی' اس لئے ان میں الحاقیات بھی ہیں اور تحریفات بھی' افسانویت بھی ہے اور مصنوعیت بھی۔ اور قرآن مجید کا ایک بڑا کارنامہ ان قِصص الانبیاء کو (علی الخصوص) دیومالائی بھول بھلیوں سے نکالنا اور اخلاق بیزار اثرات سے انہیں پاک کر دینا ہے۔ تعلیمات قرآنی نے انبیاء و رسل کی پاکیزہ زندگیوں اور ان

کے نظامِ رشد و ہدایت کا پورا پورا تحفظ کیا' شکوک و ابہامات کے گرد و غبار سے انہیں صاف کیا' اور قصص الانبیاء کو اپنے صحیح صحتمندانہ پس منظر میں اس طرح پیش کیا کہ ان سے فکر و تدبرِ انسانی پر رشد و ہدایت رحمانی کی نئی نئی صبحیں طلوع ہوئیں۔

○ "قصہ" امام راغب اصفہانی کی تحقیق کی رو سے "**تتبع الاثر**" یعنی کسی بکے یا اپنے ہی نقشِ قدم پر چلنے یا کسی کے پیچھے پیچھے چلنے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ام موسیٰؑ (غالباً نوخائیل) کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ **قَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ** (۲۸:۱۱) یعنی انکی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔ اسی طرح قصۂ خضرؑ و موسیٰؑ میں ہے کہ جب مجمع البحرین سے آگے جا کر حضرت موسیٰؑ اور ان کے خادم یوشع بن نون کو فراموش شدہ **مچھلی** یاد آئی تو **فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا** 'وہ دونوں اپنے اپنے قدموں کے نشانوں کے مطابق دوبارہ لوٹ کر گئے (۱۸ : ۶۴)۔ قصہ گوئی میں بھی ہم گذرے ہوئے واقعات و آثار کی طرف لوٹ کر جاتے ہیں اور ان کی یاد تازہ کرتے ہیں' ان سے عبرت اور موعظت لیتے ہیں۔ اور قصص الانبیاء تو حکمت و دانش انسانی کا گنجینہ بے بہا ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا : **اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ** یہ تمام سچے قصے ہیں (۳ : ۶۱) اور **لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ** ان کے قصوں میں درسِ عبرت ہے (۱۲ : ۱۱۱)۔ قرآن مجید کی اٹھائیسویں سورت کا نام ہی "قصص" ہے۔ سورۂ یوسف کو "احسن القصص" فرمایا گیا ہے کہ اس میں انسانیت صالحہ کا ایک بلند کردار ابھرتا ہے۔ قرآن مجید میں مذکور قصص الانبیاء پر نظر ڈالئے تو مندرجہ ذیل انبیاء و رسل کے احوال و قصص علی الخصوص ملتے ہیں : حضرت آدمؑ' حضرت نوحؑ' حضرت ادریسؑ' حضرت ہودؑ' حضرت صالحؑ' حضرت ابراہیمؑ' حضرت اسماعیلؑ' حضرت لوطؑ' حضرت یعقوبؑ' حضرت یوسفؑ' حضرت شعیبؑ' حضرت موسیٰؑ' حضرت ہارونؑ' حضرت الیاسؑ' حضرت الیسعؑ' حضرت داؤدؑ' حضرت سلیمانؑ' حضرت ایوبؑ' حضرت یونسؑ' حضرت ذوالکفلؑ' حضرت عزیرؑ' حضرت زکریاؑ' حضرت یحیٰؑ' حضرت عیسیٰؑ اور حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم۔ چونکہ رشد و ہدایت کا سلسلہ عالمگیر رہا ہے اس لئے ہر قوم اور ہر علاقے میں انبیاء مبعوث ہوئے' اس لئے یہ صراحت کر دی گئی کہ **وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ** (النساء : ۱۶۴) کہ ایسے رُسل بھی ہیں جن کے قصص ذکر کئے گئے ہیں اور ایسے بھی ہیں جن کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔

○ دورِ حاضر کے ماہرینِ ارضیات و بشریات کے اندازے کے مطابق کرۂ ارضی کا حجم دو کھرب ساٹھ ارب کے لگ بھگ ہے۔ رقبہ ۱۹۶۹۳۷۴۰۰ مربع میل ہے جس میں سے ہائیڈرو سفیئر ۷۰٫۹۲ فیصد اور لیتھو سفیئر ۲۹٫۰۸ فیصد ہے۔ انسانی آبادی کا مجموعی طور پر شمار ۵۲۹۱ ملیون ہے۔ کائناتی بصیرت کا تقاضا ہے کہ نوعِ انسانی کی تخلیق کے مقاصد کی وضاحت' تبیان اور دائرۂ عمل کا تعین ہو اور اس کے لئے ایک باقاعدہ نظامِ ہدایت ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالٰی ہے : **يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** (۷: ۳۵) کہ اے اولادِ آدمؑ تمہاری جانب تمہی میں سے جب رسول آئیں جو میری جانب سے تمہیں نشانِ راہ دکھائیں تو ان کا تقویٰ اور اصلاح پر مبنی طرز عمل اگر اختیار کروگے تو خوف و حزن سے محفوظ رہوگے۔ پھر یہ نوید بھی ملی کہ **لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ** (۱۰: ۴۷) اور پھر یہ نظامِ رشد و ہدایت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا کہ **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا** (۵: ۳) آج تمہارے دین کی تکمیل ہوگئی ہے' اللہ تعالٰی کی نعمتِ عظیمہ (ہدایت) کا تم پر اتمام ہوگیا ہے اور رضاءِ الٰہی یہ ہے کہ تمہارا (عالمِ انسانیت کا) دین (نظامِ زندگی اور ضابطۂ حیات) اسلام ہو۔

○ تنزیلاتِ ربانی کا قرآن حکیم میں یہ مزاج ہے کہ پورا نظامِ ہدایت نافذ کرنے والے انبیاء و رُسل نیکوکار اور بلند کردار تھے۔ انہیں صالح' بشیر' نذیر' ہادی' امام' صادق' مصطفٰے' مجتبیٰ' حنیف' موحد' اُولِی الاَیدِی وَالاَبصار اور مصطفین الاَخیار کہا گیا۔ اور پھر ایک ایک کا نام لے لے کر ان پر سلام بھیجا گیا ہے اور ساری کائناتِ ارضی کے انسانوں سے کہا گیا کہ **قَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** (الممتحنہ : ۶) ان کی زندگیاں تمہارے لئے مینارۂ حسنات ہیں' لیکن اسفارِ محرفہ میں سب سے زیادہ ظلم اسی تقدس مآب زمرۂ صالحین پر ہوا ہے' چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کے دہنِ مبارک میں یہ ناشائستہ الفاظ ڈالنے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا کہ :

All those that have come in place of me are thieves and plunderers (Translation of the Holy Scripture, page 1165)

کہ --- جتنے مجھ سے پہلے آئے سب کے سب چور اور ڈاکو ہیں (آنند کلام ص ۹۳)
قرآن حکیم کی رو سے انبیاء و رسل کی عظمت کا اقرار ایمانیات کا حصہ ہے اور وہ ان کی عفت فکر و عمل اور عصمتِ قلب و نگاہ کی شہادت دیتا ہے۔

○ قصص الانبیاء میں ہبوطِ آدم کا قصہ سب سے پہلا قصہ ہے۔ اسفارِ محرفہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کے لٹریچر میں مندرجہ ذیل امور کی نشان دہی ہوتی ہے:

۱) خدا نے آدمؑ کی تخلیق کی' حوا حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا کی گئی' شیطان نے سانپ کے ذریعے حوا تک رسائی کی۔

۲) حوا کی ترغیب پر حضرت آدم نے شجرِ ممنوعہ کھالیا۔ اور بتایا کہ یہ پھل خیر و شر میں تمیز سکھاتا ہے

۳) خدا اس حکم عدولی پر ناراض ہوا۔ سانپ کو سزا ملی کہ وہ عمر بھر زمین میں رینگے گا' مٹی کھائے گا' حوا کی اولاد سے اس کی دشمنی ہوگی۔ حوا سے کہا گیا کہ اس کے لئے یہ سزا ہے کہ وہ عمر بھر دکھ جھیلتی اور بچے جنتی رہے گی اور مرد اس پر غالب رہے گا۔ آدم سے کہا گیا کہ زمین ترے وجود سے ملعون ہوگئی ہے' تو زندگی بھر مشقت کی کڑیاں جھیل کر مرزوقاتِ حیات حاصل کرے گا۔

(۴) ہبوطِ آدم سے عدول حکمی کا گناہ اولادِ آدم کو ورثہ میں ملا اس لئے

" IN ADAM'S FALL WE SINNED ALL "

کا فلسفۂ فکر مرتب کیا گیا۔

قرآن مجید کے نزدیک اس تمام قصے میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت تکوینی کارفرما ہے۔ اس رب العالمین نے اپنے نظامِ ربوبیت کو برپا کرنے کے لئے خلقِ جدید کا ڈول ڈالا اور آدم نے اس گلشنِ تخلیق کے گلِ سرسبد کی حیثیت میں اس کی بہار آفریں متنوع رعنائیوں کے جلوے ایک ایک پھول اور ایک ایک پتی میں اس خوبصورتی سے بکھیرے کہ کائنات ہی کا ذرہ ذرہ پکار اٹھا ؏ اے گل بتو خور سندم تو بوئے کسے داری!

ہبوطِ آدم میں مشیتِ ایزدی اور اللہ کی مصلحت تکوینی مضمر تھی۔ آدم و حوا دونوں سے لغزش سرزد ہوئی' دونوں نے شیطان کی ترغیب سے شجرِ ممنوعہ کھایا' دونوں کا ہبوط ہوا' پھر دونوں نے معافی مانگی جو خداوند رؤف و رحیم نے قبول کرلی (اس طرح عورت "گناہ

کی پوٹ اور دوزخ کا دروازہ" کے الزام سے بچ گئی اور آدم کی لغزش بھی معاف ہو گئی)۔ جس جنت میں انہیں **اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوعَ فِیهَا وَلَا تَعْرٰی وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیهَا وَلَا تَضْحٰی** (۱۱۹ : ۲۰) کی بشارتیں دی گئی تھیں آب و نان اور لباس و مکان کی جنت انہیں خطۂ ارضی میں عطا کر دی گئی' زندگی کا ایک لائحہ عمل دے دیا گیا اور **لِیَبْلُوَ کُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا** کا نظامِ احتساب۔ مرد اور عورت کے تسکین دہ' مودّت کیش اور رحمت نثار عائلی نظام نے کائناتِ انسانی کو برکتوں سے بھر دیا' عورت بطور ماں تخلیقاتِ ہستی میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا خوبصورت اشارہ بن کر ابھری اور گناہِ توارث اور گناہِ مجسم کے غیر منطقی تصورات سے جو ذہنی گمراہی پھیلی تھی اس کی بڑی خوبی سے اصلاح ہو گئی ---**کُلُّ مَوْلُودٍ یُولَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ** ہر انسان فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے اور **تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُونَ عَمَّا کَانُوا یَعْمَلُونَ** (۱۳۴ : ۲) ایک پورا نظامِ فکر ہے جس کی رو سے ہر انسان فطرتاً نیک ہے اور خواہ فرد ہو یا قوم اپنے اپنے اعمال کے لئے عند اللہ جواب دہ ہے۔ اگر حضرت آدم اور حضرت حوا سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے تو اس کا محاسبہ ہم سے نہیں ہونا ہے۔

قصہ آدم میں ہبوطِ آدم کے ساتھ ساتھ ایک اور مسئلہ یہ تھا کہ آدم کی تخلیق (CREATION) ہوئی تھی یا باقی انواع کے کسی سلسلۂ ارتقاء کے نتیجے میں وہ عالم وجود میں آیا تھا یعنی اس کا Evolution ہوا تھا۔ یہود' عیسائی اور مسلمان تخلیقِ آدمؑ پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے آدمؑ کی تخلیق کی۔ عیسائی اور یہودی محققوں نے ہبوطِ آدم کی تاریخی بنیادیں تلاش کرنے میں سعی بلیغ کی۔ جیمز اُس شیر (JAMES USSHER) آرچ بشپ آف آرماغ نے ۱۶۵۰ء میں دعویٰ کیا کہ ہبوطِ آدمؑ ۴۰۰۴ ق م میں وقوع پذیر ہوا۔ کیمبرج یونیورسٹی کے سینٹ کیتھرائن کالج کے استاذ جان لائٹ فٹ (JOHN LIGHT FOOT) نے تاریخ اور وقت تک کا تخمینہ لگالیا اور اعلان کیا کہ ہبوطِ آدم ۲۳ اکتوبر کو صبح ۹ بجے ہوا۔ لیکن چارلس رابرٹ ڈارون (۱۸۰۹ـ۱۸۸۲) کے نظریۂ ارتقاء نے تخلیقِ آدم کے فلسفے کو متزلزل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ڈارون تجرباتی حیاتیات کا ایک سربرآوردہ قائد ہے۔ وہ ۳۶ ـ۱۸۳۱ کے دوران میں ایک بحری جہاز بیگل (Beagle) میں عالمی مطالعاتی دورے پر روانہ ہوا اور

جنوبی امریکہ سے چھ سو میل کے فاصلے پر واقع جزیرے گاہ - لاہ - پاگس (GA_LA_PAGOS) اور دوسرے جزائر میں کچھوں اور چھوٹے چھوٹے پرندوں (FINCHES)پر تجربات کئے اور پھر مسلسل غور و خوض کے بعد اس نے ۱۸۵۹ میں THE ORIGIN OF SPECIES کے نام سے اپنا ثمرۂ افکار پیش کیا کہ

> Evolution of present day Morphology (branch of Biology dealing with forms) has been built up by gradual and opportunistic mechanism of Natural Selection.

یعنی آج کی مارفولوجی کے ارتقاء کی عمارت نیچرل سیلکشن کے تدریجی ارتقاء پر تعمیر ہوئی ہے اور اس نے نیچرل سلیکشن کی اصطلاح کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے

> I have called the principle by which each slight variation if useful is preserved by the term Natural selection (The Origin of Species, chapter 3)

"میں نے اس اصول کو جس کی رو سے ہر معمولی سے معمولی فرق کو اگر اس کی کوئی افادیت ہے محفوظ رکھا جاتا ہے' نیچرل سلیکشن کی اصطلاح سے موسوم کیا ہے۔"

○ ڈارون عملِ ارتقاء کے لئے دو باتوں کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ پہلی یہ کہ ایک نوع کے افراد میں GENETIC ضرور ہونی چاہئے۔ دوسری یہ کہ نیچرل سلیکشن متحرک ہو۔ ڈارون نیچرل سلیکشن کی تشریح میں بیان کرتا ہے کہ بنی نوعِ انسان کا ارتقاء کسی پست تر نوع سے ہوا ہے۔ ۱۸۷۱ء میں اس کی دوسری کتاب THE DESCENT OF MAN سے جہاں ماہرین نباتیات میں طمانیت کی لہر دوڑ گئی وہاں مذہبی علماء کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی اور انہوں نے ڈارون کے نظریات کی شدت سے مخالفت کی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ ان فطری انکشافات کا دارومدار مثلاً ۱۸۵۶ء میں جرمنی کے شہر DUSSELDORF کے نزدیک ۱۲۰۰۰۰ ق م کی مفروضہ کھوپڑی اور ہڈیوں پر ہے یا ۱۸۹۰ء میں دریافت شدہ KEDONG BREBUS JAVA کے چار لاکھ سال پہلے کے دانت پر ہے جو پیکنگ کے قریب ایک مقام CHOUKOUTIEN میں ۱۹۲۷ء میں ملا اور یہ بھی چار لاکھ سال

ق م کا بیان کیا جاتا ہے' یا بشریات کے ماہرین کے ۳۴ انکشافات میں آخری ایک لاکھ بیس ہزار سال پرانی کھوپڑی جو LOETOLI (واقع تنزانیہ) میں ۱۹۸۰ء میں کھدائی کے دوران میں ملی۔ گویا ان ۳۴ میں ۱۴ کھوپڑیاں' چار دانت ہیں' چار پانچ جبڑے ہیں' کیا ان تخمینوں اور مفروضات کی بنیاد پر زندگی کے ان ٹھوس حقائق کو جھٹلایا جا سکتا جو ہمارے روز مرہ کے مشاہدات میں آرہے ہیں اور پھر جینیات کے حقائق تو مسلمات کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہیں۔ ڈارون خود ان اعتراضات کا جواب نہ دے سکا تھا جو اس کے معترضین نے اس کے نظریہ ارتقاء کے بارے میں کئے تھے۔ چنانچہ اس کا اعتراف ہے کہ

I can hardly reflect on them without being in some degree staggered (chapter 6)

مشہور ماہر ارتقائیات پروفیسر ڈوب ہیسکی (DOBZHAHSKY) اپنی کتاب THE BIOLOGICAL BASIS OF HUMAN FREEDOM میں کہتے ہیں:

There is no doubt that both the historical and the causal aspects of the Evolutionary Process are far from completely known.

چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مضمون نگار اس نظریے پر پہنچتا ہے کہ

The evidences are very imperfect and are often interrupted by gaps.

○ ایک سربرآوردہ ماہرِ حیات ڈبلیو لی گروس کلارک (W.LE GROS CLARK) اپنی کتاب The Fossil Evidence for Human Evolution میں یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ:

The chances of finding the fossil remains of actual ancestors or even representatives of local geographical group which provided the actual ancestors are so fantastically remote as not to be worth consideration.

ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا ۱۹۶۶ء کی یہ طنز بھی قابل لحاظ ہے کہ:

No one should make the mistake of saying that evolution is fully understood

اس تحقیقی فضا میں تہذیبِ انسانی کے ادوار کا صحیح ادراک ممکن نہیں ہے۔ دنیا کی ۲۶ تہذیبوں کی تحدید' AIOLITHIC کی مدت ٦ لاکھ سال ہے' اور PALEOLITHIC کی چار لاکھ سال' سیولی تھک دس ہزار' اور نیولو تھک کے BRONZE AGE اور IRON AGE کا تعین بھی نظریاتی رستوں اور عصبیتوں کے ساتھ ساتھ سکڑتا اور پھیلتا رہے گا۔

مولانا ابوالکلام آزاد ارتقائے انسانی کی ان FORMATIONS کو شکم باور میں محدود کرتے ہیں اور یہی طریقِ کار جدید مفکرین نے اختیار کیا ہے۔ انسانوں اور بندروں کے کسی مشترک آباء و اجداد کا نظریۂ جنسیات کے ماہرین بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہر نوع کا بیضۂ تولید الگ الگ ہے' خواہ نباتات ہوں یا حیوانات۔ اور اس لحاظ سے اس کی تخلیق کا ایک طے شدہ Process ہے اور ایک بے خطا تشخص۔ البتہ فکری تضاد کا بحران جاری رہے گا۔ اور بقول حضرت اکبر الہ آبادی ؎

کہا منصور نے خدا ہوں میں
ڈارون بولا بُوزنہ ہوں میں
سن کے کہنے لگے مرے اک دوست
فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّتِ اوست

(جاری ہے)

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک فکر انگیز خطاب

عظمت قرآن

بزبانِ قرآن و صاحبِ قرآن

کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے۔ خود پڑھئے اور دوسروں تک پہنچایئے!

صفحات ۲۸' قیمت (عام ایڈیشن) -/۴ روپے' (اعلیٰ ایڈیشن) -/۷ روپے